

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حروفِ آغاز

عہد نبوی کی سواریاں اور مقابلے احکام و مسائل

سید جلال الدین عمری

سواری بعض اوقات انسان کی حقیقی اور بنیادی ضرورت ہوتی ہے۔ سماجی، معاشرتی اور معاشی تقاضے بھی اس کا مطالبہ کرتے ہیں، سیر و تفریح اور گلگشت کا فائدہ بھی اس سے اٹھایا جاتا ہے۔ زندگی جس تیز رفتاری کا مطالبہ کرتی ہے، سواری سے اس کے پورا کرنے میں مدد ملتی ہے۔

سواری کو اسلام نے ایک ضرورت کی حیثیت سے دیکھا ہے، اس کے استعمال کو نہ تو تن آسانی اور عیش کو نہ کسی کا ذریعہ بنایا اور نہ اسے دین داری اور تقویٰ ہی کے خلاف سمجھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ حسنہ ہمارے سامنے ہے۔ آپ کے استعمال میں وقت کی مروجہ سواریاں رہی ہیں۔ امام ابن قیمؒ فرماتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑے، اونٹ، بچرا اور گدھے پر سواری کی ہے۔ گھوڑے پر کبھی زین ہوتی اور کبھی نہیں ہوتی تھی بعض اوقات مقابلہ بھی کرایا ہے۔ زیادہ تر تنہا سواری کی ہے۔ اونٹ پر کبھی کسی کو آگے اور کسی کو پیچھے بٹھایا ہے۔ اونٹ پر آپ کے پیچھے کبھی کوئی مرد بٹھا ہے اور کبھی ازواج مطہرات میں سے کسی کو بٹھایا ہے۔ آپ کی زیادہ تر سواریاں گھوڑے اور اونٹ ہی تھیں۔ حجر عرب میں مشہور نہیں تھے لہ

امام ابن قیمؒ نے ایک جگہ ان جانوروں کا ذکر کیا ہے جو مختلف اوقات میں آپ کے پاس تھے۔ ان میں دس گھوڑے وہ ہیں جن کے بارے میں علماء کا اتفاق ہے۔ ان کے علاوہ پندرہ ایسے گھوڑوں کا بھی ذکر ملتا ہے جن کے سلسلے میں علماء میں اختلاف پایا

۱۔ زاد المعاد فی ہدیٰ خیر العباد: ۱۵۹/۱ تحقیق شعیب الارنؤوط۔ عبدالقادر الارنؤوط طبع بیروت ۱۹۸۶ء

۷۶۵

جاتا ہے۔ چار پانچ خچروں اور تین گدھوں کا بھی تذکرہ پایا جاتا ہے۔ یہ بالعموم مختلف بادشاہوں اور سربراہوں کی طرف سے تحفہ میں ملے تھے۔ اونٹوں میں چار کا ذکر ہے۔ آپ کے پاس دودھ والی اونٹنیاں بینا لیس اور ستو بھیڑیں تھیں۔ جب کوئی بھیڑ بچہ دیتی تو آپ اس کی جگہ ایک بھیڑ ذبح فرما دیتے۔ سات بکریاں بھی تھیں جنہیں ام امین چرایا کرتی تھیں۔

اہل عرب کو گھوڑوں سے خاص دل چسپی تھی۔ یہ ان کی ایک محبوب سواری تھی۔ لیکن دنیا کی ہر سواری غلط اور صحیح اور پاک اور ناپاک دونوں ہی طرح کے مقاصد کے لیے استعمال ہو سکتی ہے۔ عرب میں گھوڑے کا زیادہ تر استعمال جنگ و جدل، قتل و غارت گری جیسے مذموم مقاصد کے لیے ہوتا تھا۔ اسلام نے اسے صحیح رخ عطا کیا۔ اسی کو یہاں کسی قدر تفصیل سے پیش کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ سورہ نحل کی ایک آیت ہے:-

وَالْأَخِيلَ وَالْبَغَالَ وَالْجَمَادِ
لِنَرْكَبُوهَا وَزِينَةً وَيَخْلُقُ
مَا لَا نَعْلَمُونَ ۝
اس نے گھوڑے، خچر اور گدھے
پیدا کیے تاکہ تم ان پر سوار ہو اور ان میں
زینت بھی ہے وہ بہت سی وہ چیزیں
بھی پیدا کرتا ہے جن کو تم نہیں جانتے۔
(النحل: ۸)

اس میں گھوڑے اور اسی نوع کے بعض دوسرے جانوروں کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ سواری کے کام آتے ہیں۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ گھوڑا ایک نفیس اور عمدہ سواری ہے۔ قدیم زمانہ میں جب کہ دور دراز کے سفر جانوروں پر طے ہوتے تھے، گھوڑا ایک سبک خرم اور تیز رفتار سواری تھی۔

دوسری بات آیت میں یہ بھی گئی ہے کہ قدرت نے سواری کے لیے جو جانور پیدا کیے ہیں ان میں انسان کے ذوق جمال کی تسکین کا سامان بھی ہے۔ علامہ سید شریف جرجانی کہتے ہیں کہ قرآن کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ جانور اصلاً سواری کے لیے پیدا کیے گئے ہیں۔ ان کے اندر حسن و جمال کا ہونا ثانوی حیثیت رکھتا ہے۔

سہ ملاحظہ فرماد المعاد: ۱/۱۳۲-۱۳۵

سہ حاشیہ الجرجانی علی الکشاف: ۲/۲۰۲ طبع مصر
۲۲۶

گویا ان جانوروں کا حسن و جمال ایک ضمنی چیز ہے۔ لیکن علامہ سید قطب شہیدؒ نے آیت کے ذیل میں اس بات کو نمایاں کیا ہے کہ اسلام نے انسان کے ذوقِ جمال کو اہمیت دی ہے۔ اسی وجہ سے وہ سواری کے جانوروں کا صرف اس حیثیت سے ذکر نہیں کرتا کہ ان سے اس کی ضروریات پوری ہوتی ہیں بلکہ اس پہلو سے بھی ذکر کرتا ہے کہ ان سے اس کے ذوقِ جمال کی تسکین ہوتی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ حیوانات کا بھی ایک جن ہے۔ اس سے دنیا کی آرائش و زیبائش میں اضافہ ہوتا ہے۔ انسان کو اس سے لطف اندوز ہونے کا حق ہے۔ اس پہلو سے دیکھا جائے تو گھوڑا بہت ہی خوبصورت جانور ہے۔ حسین اور دلکش جانوروں میں بھی نمایاں مقام رکھتا ہے۔ اس سے انسان کے ذوقِ جمال کو راحت پہنچتی ہے۔ انسان نے اپنی قوت، شان و شوکت اور فخر و غرور کے مظاہرہ کے لیے بھی گھوڑے رکھے ہیں۔ قرآن مجید نے ایک جگہ لکھا ہے کہ اس دنیا کی زندگی میں عورت، اولاد، سہنا چاندی اور سدھائے ہوئے گھوڑے اس قدر خوش نامہ اندائے گئے ہیں کہ انسان ان میں گم ہو کر آخرت کو بھول جاتا ہے۔ (آل عمران: ۱۴)

دنیا دار بادشاہوں، رئیسوں اور جاگیرداروں کی پوری تاریخ قرآن کے اس بیان کی تائید اور تصدیق کرتی ہے۔

گھوڑے کی افادیت کا ایک خاص پہلو یہ ہے کہ وہ جنگ کا ہتھیار ہے۔ قدیم زمانہ میں جنگی مہمات اس کے ذریعہ نسبتاً آسانی سے طے ہوتی تھیں اور اس کی تیزی، پھرتی اور جذبہٴ اقدام سے میدانِ جنگ میں بڑا کام لیا جاتا تھا۔ جس کے پاس گھوڑا ہوتا اس کی جنگی کارکردگی بہتر ہو جاتی اور وہ اچھی طرح دشمن کا مقابلہ کر سکتا تھا۔ اس سے پہلے گزر چکا ہے کہ قرآن مجید نے جنگی تیاری کے سلسلہ میں سدھائے ہوئے گھوڑے فراہم کرنے کا بھی حکم دیا ہے (الانفال: ۶۰)

گھوڑا بالعموم جن مقاصد کے لیے رکھا جاتا ہے ایک حدیث میں ان کا ذکر ہے اور ساتھ ہی ان میں سے صحیح اور اعلیٰ مقصد کی نشاندہی کی گئی ہے حضرت ابوہریرہؓ کی

ایک لمبی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گھوڑا تین مقاصد کے تحت رکھا جاتا ہے۔ ان کے لحاظ سے یہ کسی کے لیے باعث اجر و ثواب ہے، کسی کے لیے پردہ پوشش اور کسی کے لیے گناہ کا موجب ہے۔ یہ اس شخص کے لیے اجر و ثواب کا ذریعہ ہے جو اسے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کے لیے رکھے اور اسی کے لیے اسے تیار کرے۔ وہ اسے چراگاہ میں باندھے اور جتنی لمبی رسی ہے اس دائرہ میں وہ چرتا چلتا رہے، یا رسی توڑ کر کلیں مارے یا کسی نہر کا پانی پئے، چاہے اس کے مالک کا اسے پانی پلانے کا ارادہ نہ ہو۔ یہ سب اس شخص کے لیے باعث ثواب ہے۔ حتیٰ کہ گھوڑے کا لید اور پیشاب کرنا بھی اس کی نیکیوں میں شمار ہوگا۔ گھوڑا اس شخص کے لیے پردہ پوشش ہے جو اسے دوسروں کی خدمت اور اپنی زیب و زینت کے لیے رکھے، جو سواری کے معاملے میں دوسروں کا دست نگر نہ رہنا چاہتا ہو اور جو اس کی نسل بڑھا کر اپنی معاشی ضروریات پوری کرنی چاہے اس سلسلے میں اللہ کے حقوق بھی ادا کرے اور جانور کا جو حق ہے اسے بھی فراموش نہ کرے۔ اس کے برخلاف جو شخص اسے محض نام و نمود اور فخر و مباہات کے لیے رکھے اور اسلام اور مسلمانوں کے خلاف استعمال کرے تو وہ اس کے لیے گناہ کا باعث ہوگا۔

حدیث کا مطلب یہ ہے کہ گھوڑا فخر و غرور کے مظاہرہ، باطل کے فروغ اور دین اور اہل دین کو نقصان پہنچانے کے لیے بھی استعمال ہو سکتا ہے۔ یہ اس کا غلط مقصد ہے۔ معاشی نقطہ نظر سے اس کا پالنا اور سواری کے طور پر استعمال کرنا ایک جائز مقصد ہے، لیکن بلند تراور پاکیزہ تر مقصد یہ ہے کہ اس سے دین کے فروغ اور اس کی سربلندی کی راہ میں فائدہ اٹھایا جائے۔ اس کے اجر و ثواب کا ذکر بہت سی روایات میں ملتا ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سنا ہے۔

من احتبس فرسا فی	جو شخص اللہ تعالیٰ پر ایمان اور اس
سبیل اللہ ایمانا با للہ و	کے وعدہ ثواب پر یقین رکھتے ہوئے اس
تصدیقاً بوعدہ فان	کے راستہ میں گھوڑا رکھے تو اس کا چارہ

لے بخاری، کتاب الجہاد، باب الخیل ثلاثہ، کتاب الشروط والمساقاة، باب شرب الناس والذواب من الانہار۔

مسلم کتاب الزکوٰۃ بعض تفصیلات سند احمد کی روایت سے لی گئی ہیں، ملاحظہ ہو، نیل الاوطار: ۸/۲۴۲

شبیعہ و رتیہ و روثنہ و بولہ
فی میزانہ یوم القیامۃ لہ
سے پیٹ بھرنا، پانی سے سیراب ہونا، اس
کا پیشاب اور پاخانہ کرنا اس سب کا ثواب
قیامت کے دن اس کی میزان میں تولنا
جائے گا۔

ایک حدیث میں آتا ہے کہ اس اعلیٰ و ارفع مقصد کے لیے گھوڑے کے چارہ
اور دانہ پانی پر جو پیسہ خرچ ہوتا ہے وہ صدقہ ہے، اور آدمی جب تک خرچ کر رہا ہے وہ مسلسل
اس کی طرف سے صدقہ شمار ہوگا اور اللہ کے ہاں صدقہ ہی کا اجر و ثواب اس کے نامہ اعمال
میں لکھا جائے گا۔ ارشاد ہے۔

ان المتفق علی الخیل
فی سبیل اللہ کما سطیدہ
اللہ کے راستہ میں گھوڑے پر خرچ
کرنے والا اس شخص کی طرح ہے جو صدقہ
و خیرات کے لیے اپنے ہاتھ کھول دے
اور انھیں بند نہ کرے۔

ایک اور حدیث میں صحیح مقصد سے گھوڑا رکھنے کے اجر و ثواب کے ساتھ غلط
مقصد کے تحت گھوڑا رکھنے کا گناہ بھی تفصیل سے بیان ہوا ہے۔ اسماء، نیت زید
کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

الخیل فی نواصیہا الخیر
معمود ابد الی یوم القیامۃ
فمن ربطها عذۃ فی سبیل
اللہ والنفق علیہا احتسابا فی
سبیل اللہ فان شبعها و
جوعها و ریبها و ظمأها و اوائہا
و ابوالہا فلاح فی موازینہ یوم
گھوڑے کی پیشانی سے ہمیشہ کے
لیے قیامت تک خیر و امان ہے۔ جس
نے گھوڑا اس لیے رکھا کہ راہ خدا میں
اسے تیار کرے اور اس راہ کا اجر و ثواب
حاصل کرنے کے لیے اس پر خرچ کرے تو اس کا پیٹ
بھرنا، بھوکا رہنا، سیراب ہونا اور پیاسا رہنا، یہاں
تک کہ اس کا پیشاب یا پاخانہ کرنا سب

لہ بخاری، کتاب الجہاد، باب من اجتبس فرسا فی سبیل اللہ

۳۵ مسند احمد: ۴/۱۸۰۔ ابوداؤد، کتاب اللباس، باب ما جاء فی اسبال الازار

۲۴۹

القیامۃ ومن ربطہا ریاء
وسمعة وفرحاً ومرحاً
فان شبعها وجوعها وریعها
وظلماً ھاواراً واشہاءاً بولہا
خسروان فی موازینہ یوم
القیامۃ ۛ

قیامت کے روز اس کی میزان میں فلاح کا سامان
ہوگا۔ اس کے برخلاف جس نے نام و نمود
اور شہرت کی خاطر اور اتارنے اور فخر کرنے
کے لیے گھوڑا رکھا تو اس کا پیٹ بھڑا اور
بھوکا رہتا، سیراب ہونا اور پیاسا رہنا یہاں
تک کہ اس کا پیشاب پاخانہ یہ سب کچھ قیامت
کے روز اس کی میزان میں خسران کا موجب بنے گا۔

حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گھوڑے سے بڑی
محبت تھی۔ آپ اسے بہت عزیز رکھتے تھے۔ فرماتے ہیں:-

لہدیکن شیئ احب
الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
بعد النساء من الخیل ۛ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو
عورتوں کے بعد گھوڑے سے زیادہ
کوئی چیز محبوب نہ تھی۔

آپ کو عورتوں سے غیر معمولی محبت اور ہمدردی تھی۔ نوع انسانی کی پوری تاریخ
میں آپ ان کے سب سے بڑے ہمدرد اور بہی خواہ رہے ہیں۔ اس کم زور طبقہ پر سب
سے زیادہ آپ ہی کا احسان ہے۔ جانوروں میں گھوڑا آپ کو زیادہ عزیز تھا۔ اس کی وجہ یہ ہے
کہ دین کی سر بلندی اور جہاد کے میدان میں اس کی افادیت دوسرے جانوروں سے
زیادہ ہے۔ اس مقصد کے لیے گھوڑے سے آپ کی دل چسپی حضرت جریر بن عبد اللہؓ
کی روایت سے بھی ظاہر ہوتی ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم گھوڑے کی پیشانی (کے بال) کو بل دے رہے تھے اور فرما رہے تھے:-

الخیل معقود بنوا صیہا
الخنیر الی یوم القیامۃ الاجر
والغنیمة ۛ

گھوڑے کی پیشانی میں روز قیامت
تک کے لیے خیر رکھ دیا گیا ہے۔ یعنی اجر
و ثواب اور غنیمت۔

ۛ سنائی: کتاب الخیل، باب حب الخیل

ۛ مسند احمد ۶/ ۲۵۵

ۛ مسلم، کتاب الامارہ، باب فضیلة الخیل۔ آپ کے الفاظ "الخیل معقود" بخاری میں متعدد درایوں =
۲۵۰

عبدالنبی کی سواریاں اور مقابلے

یہ بات جہاد کے سیاق میں کہی گئی ہے۔ جہاد خدا کے دین کی حفاظت اور اس کی سربلندی کے لیے ہوتا ہے۔ اس پاکیزہ اور اعلیٰ و اشرف نصب العین کے لیے جو شخص گھوڑا لے کر میدان میں آئے مال غنیمت میں اس کا حصہ پیادہ لڑنے والے کے مقابلے میں دو چندان یا سچندر رکھا گیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت ہے۔

ان رسول اللہ جعل للفارس
سهمین ولصاحبه سهمًا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
گھوڑے کے دو حصے اور گھڑسوار کا ایک حصہ کھا۔

= سے منقول ہیں۔ ملاحظہ ہو، کتاب الجہاد، باب الخیل معقود فی نواصیہا الخیر اور بعض دوسرے ابواب۔ یہ روایت حدیث کی کتابوں میں الفاظ کے فرق کے ساتھ بیس کے قریب صحابہ سے آئی ہے۔ ملاحظہ ہو۔ فتح الباری ۶/۵۶-۵۷

سہ بخاری، کتاب الجہاد، باب سهام الفرس، مسلم کے الفاظ میں تھوڑا سا فرق ہے۔ کتاب الجہاد، باب کیفیۃ قسۃ الغنائین، ابخ اس حدیث میں صراحت ہے کہ گھڑسوار کے تین حصے ہوں گے۔ ایک حصہ اس کا اور دو حصے اس کے گھوڑے کے۔ یہی جمہور کا مسلک ہے۔ اس کی تائید متعدد صحیح روایات سے ہوتی ہے۔ فقہ حنفی میں کہا گیا ہے کہ گھڑسوار کے دو حصے ہوں گے۔ ایک گھڑسوار کا دوسرا اس کے گھوڑے کا۔ اس کی تائید میں بھی بعض روایات موجود ہیں۔ لیکن یہ کم زور ہیں۔ ان دونوں طرح کی روایات کے درمیان بعض لوگوں نے تطبیق دینے کی کوشش کی ہے۔ کہ ہو سکتا ہے کہ گھڑسوار کے دو ہی حصے ہوں تیسرا حصہ بطور انعام الگ سے دیا گیا ہو۔ لیکن محدثین نے صحیح روایات کے مقابلے میں کم زور روایات کو قبول نہیں کیا ہے۔ احناف کی طرف سے ایک بات یہ بھی کہی گئی ہے کہ انسان سے زیادہ اس کے جانور کے حصے مقرر کرنا صحیح نہیں ہے۔ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ مال غنیمت میں جو حصے بھی دئے جاتے ہیں وہ جانور کو نہیں اس کے مالک کو دئے جلتے ہیں اس لیے جانور اور انسان کا مقابلہ درست نہیں ہے۔ گھڑسوار کے زیادہ حصے مقرر کرنے کی دو وجہیں بیان کی جاتی ہیں۔ ایک یہ کہ گھوڑے پر آدمی کو اپنا پیسہ اور محنت صرف کرنی پڑتی ہے۔ دوسرے میدان جنگ میں اس کی کارکردگی پیادہ کے مقابلے میں بہتر ہوتی ہے۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ گھڑسوار کے حصے تین سے بھی زیادہ ہیں لیکن محدثین نے ان روایات پر بھی جرح کی ہے۔ اس سلسلہ کی روایات اور ان پر تفصیلی بحث کے لیے ملاحظہ ہونہی: شرح مسلم

جز ۱۲/۸۳ - المغنی ۸/۴۰۸ - فتح الباری ۶/۶۸ - نیل الاوطار ۸/۱۱۸ - ۱۱۶

جو گھوڑے اسلامی ریاست کی ملکیت تھے، ظاہر ہے وہ جہاد کے لیے استعمال ہوتے تھے۔ نفع کی چراگاہ ان کے لیے مخصوص تھی جہاں عام لوگ اپنے جانور نہیں چرا سکتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت ہے:

ان السببی صلی اللہ علیہ وسلم
 (مسلمانوں کے) گھوڑوں کے لیے محفوظ
 الخیل لہ
 فرمادیا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھڑ سواری کا شوق پیدا کرنے کے لیے اس کے مقابلے بھی کرائے ہیں۔ فقہاء نے آپ کی تعلیمات کی روشنی میں اس کے اصول و آداب متعین کیے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت ہے۔

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 گھوڑوں کے درمیان مسابقت (دوڑ) کا
 الخیل وفضل القرع فی الغایۃ
 مقابلے کرائے اور جو گھوڑے پانچویں سال
 میں (بختہ عمر کو) پہنچ چکے تھے ان کا فاصلہ
 زیادہ رکھا۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی ایک اور روایت ہے۔

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان
 یضرب الخیل لیسابق بہا بئسہ
 نبی صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑوں کو چھیرا
 کرتے اور ان کے ذریعہ مسابقت کراتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ اس طرح کے ایک مقابلہ کا ذکر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھڑ دوڑ کرائی۔ جن گھوڑوں کو چھیرا بنایا گیا تھا ان کے لیے دوڑ کی حد ضعیف، سے ثنیۃ الوداع تک رکھی۔ راوی حدیث موسیٰ بن عقبہ کا بیان ہے کہ ان دونوں مقامات کے درمیان کا فاصلہ چھ سات میل کا تھا جن گھوڑوں کو چھیرا نہیں کیا گیا تھا ان کے لیے

سہ مسند احمد: ۸/۴۰۷ حدیث نمبر ۵۶۵۵ اور اس سے متعلق محقق احمد محمد شاہ کا حاشیہ۔

سہ ابوداؤد، کتاب الجہاد، باب السبق مسند احمد: ۹/۱۸۰ حدیث نمبر ۴۲۶۶

سہ ابوداؤد، کتاب الجہاد، باب السبق گھوڑے کو چھیرا کرنے کے لیے احادیث میں ’تفخیر‘ کا لفظ آیا ہے۔

عہد نبوی کی سواریاں اور تھا بے

دوڑ کی حد ثنیۃ الوداع سے مسجد نبی زیرِ قنک رکھی گئی۔ موسیٰ بن عقبہ کہتے ہیں کہ اس کا فاصلہ ایک میل یا اس کے قریب تھا۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اس میں شرکت فرمائی تھی اور مقابلہ جیتا تھا۔ ان کا گھوڑا متعینہ حد کو پار کر گیا اور دیوار پھانک کر مسجد میں پہنچ گیا۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ گھڑ دوڑ کا مقابلہ جائز ہے۔ یہ ایسی پسندیدہ ورزش ہے جس سے جنگی مقاصد پورے ہوتے ہیں اور اس سے وقت ضرورت فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔ حالات کے لحاظ سے یہ مباح بھی ہو سکتی ہے اور مستحب بھی۔ پھر علامہ قرطبی کی رائے نقل کی ہے کہ گھوڑے اور دوسرے جانوروں پر سوار ہو کر یا پیدل دوڑ کے مقابلہ کے جواز میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اسی طرح تیراندازی اور اسلحہ کے استعمال کا مقابلہ بھی جائز ہے۔ اس سے جنگ کی مشق ہوتی ہے۔

جہاں تک گھڑ دوڑ کے مقابلہ کا تعلق ہے اس کے جواز پر علماء کا اتفاق ہے۔ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس پر انعام بھی دیا جاسکتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں:-

سبق النبی صلی اللہ رسول اللہؐ نے گھوڑوں (گھڑ سواروں)

علیہ وسلم بین الحنیل کے درمیان دوڑ کا مقابلہ کرایا اور جو گھوڑا لگے

واعطی السابق۔ نکل گیا اسے انعام دیا۔

اس بات پر اتفاق ہے کہ گھڑ دوڑ میں کامیاب ہونے والے کو انعام دینا جائز ہے۔

== اس کا طریقہ یہ تھا کہ گھوڑے کو خوب دانہ اور چارہ کھلا کر موٹا اور توانا کیا جاتا۔ پھر اسے ایک تنگ کوٹھی میں رکھا جاتا اور اس پر ایک جھول ڈال دیا جاتا۔ تاکہ گرمی سے پسینہ بہتا رہے۔ اس دوران میں اس کی غذا کم کر دی جاتی اور ضرورت کے مطابق ہی غذا دی جاتی تاکہ قریبی ختم ہوتی چلی جائے، جسم مضبوط ہو اور وہ ہلکا ہلکا اور سبک ہو جائے۔ (نبوی: شرح السنۃ: ۱۰: ۳۹۷)

بعض لوگ تفسیر کے اس عمل کے دوران میں گھوڑے کو گوشت اور دودھ بھی استعمال کرتے

تھے۔ خطابی: معالم السنن: ۲: ۲۵۴۔ نیز ملاحظہ ہو۔ نووی: شرح مسلم جز ۱۳/۱۴۔ فتح الباری: ۴/۲۰۔
۱۔ بخاری، کتاب الجہاد، باب غایۃ السباق للخیل المضمرة۔ مسلم، کتاب الامارۃ، باب السباق بین الخیل وتفسیرہ۔
۲۔ فتح الباری: ۴/۲۰۔

۳۔ مسند احمد: ۸/۴۱ حدیث نمبر ۵۶۵۶۔

امام مالک فرماتے ہیں کہ انعام ریاست کے سربراہ کی طرف سے ہونا چاہیے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اسے وہ جہاد کی تیاری میں شمار کرتے ہیں جو ظاہر ہے کہ ریاست کی ذمہ داری ہے۔ لیکن دوسرے ائمہ کے نزدیک انعام کسی بھی شخص کی طرف سے ہو سکتا ہے۔ یہ بھی جائز ہے کہ مقابلین شریک ہونے والا ایک شخص اپنے کامیاب ساتھی کو انعام دے اور ناکامی کی صورت میں اس سے کسی تاوان کا مطالبہ نہ کرے۔ اگر دونوں کے درمیان یہ شرط ہو کہ جیتنے والا ہارنے والے کو انعام دے گا تو یہ قمار ہے اور ناجائز ہے۔ اس میں اگر تیسرے گھوڑے کو شامل کر لیا جائے تو یہ قمار نہیں رہے گا۔ اسی وجہ سے اسے 'محمل' کہا جاتا ہے۔ محمل کے شامل ہونے کے بعد حسب ذیل صورتیں بنتی ہیں۔

۱۔ محمل دونوں گھڑسواروں سے آگے نکل جائے تو ان دونوں کی طے کردہ رقبے بطور انعام اسے ملیں گی اور اگر وہ پیچھے رہ جائے تو اس پر کوئی تاوان نہ ہوگا۔
۲۔ دونوں گھڑسوار ایک ساتھ پہلے پہنچیں اور محمل ان کے بعد پہنچے تو کسی کو کچھ نہیں ملے گا۔

۳۔ دونوں گھڑسواروں میں سے ایک سبقت لے جائے۔ دوسرا گھڑسوار اور محمل پیچھے رہ جائے تو سبقت لے جانے والے کو اپنی اور دوسرے کی کل رقم ملے گی۔
۴۔ اگر محمل اور ایک گھڑسوار ایک ساتھ ہدف تک پہنچ جائیں تو رقم دونوں کو ملے گی۔

قمار میں پیسہ لگانے والوں کے درمیان مقابلہ ہوتا ہے۔ شکست کھانے والے کی رقم کامیاب ہونے والے کو ملتی ہے۔ اس میں لازماً ایک فائدہ میں رہے گا اور ایک نقصان میں۔ محمل کے درمیان میں آنے کے بعد معاملہ کی نوعیت بدل جاتی ہے۔ اب مقابلہ رقم لگانے اور نہ لگانے والوں کے درمیان ہوتا ہے۔ ان میں سے جو بھی کامیاب ہو وہ انعام کا حق دار ہوتا ہے۔

دو گھڑسواروں کے درمیان ایک سے زیادہ بھی محمل ہو سکتے ہیں۔ اسی طرح دو سے زیادہ گھڑسواروں کے درمیان ایک محمل بھی ہو سکتا ہے۔

عہد نبوی کی سواریاں اور مقابلے

حضرت سعید بن مسیب حضرت ابو ہریرہؓ سے اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا :-

من ادخل فرسا بسین	جو شخص دو گھوڑوں کے درمیان تیسرا
فرسین وھو لا یؤمن ان	گھوڑا داخل کرے اور اسے یقین نہ ہو کہ
یسبق فیس بقمار ومن	وہ آگے نکل ہی جائے گا تو یہ قمار نہیں ہے،
ادخل فرسا بین فرسین وقد	لیکن جو شخص تیسرے گھوڑے کو درمیان
امن ان یسبق فھو قمار لہ	میں داخل کرے اور اسے اس کے آگے
	نکلنے کا یقین ہو تو یہ قمار ہے۔

اس حدیث کا تعلق محلل سے ہے مطلب یہ ہے کہ مقابلہ میں شریک ہونے والے گھوڑوں اور محلل کے درمیان فرق نہیں ہونا چاہیے۔ اگر اس بات کا پہلے سے یقین ہو کہ محلل لازماً آگے نکل جائے گا تو مسابقت بے معنی ہے۔ اسی طرح محلل اگر اس قدر کم زور ہو کہ اس کا پیچھے رہ جانا یقینی ہو تو اس کی شرکت اور عدم شرکت برابر ہے۔ یہ عملاً قمار ہی کی ایک شکل ہو جائے گی۔

محلل سے متعلق یہ ساری بحث اس صورت میں ہے جب کہ گھڑ دوڑ میں شریک ہونے والے رقم نگاہیں لیکن اگر کسی دوسرے شخص کی طرف سے انعام مقرر ہو تو یہ بحث نہیں پیدا ہوتی۔

قاضی شوکانی نے گھڑ دوڑ کے انعامی مقابلہ کے صحیح ہونے کے لیے حسب ذیل شرائط نقل کی ہیں۔

۱۔ انعام معلوم و متعین ہو۔ ۲۔ فاصلہ طے ہو کہ کہاں سے دوڑ شروع ہوگی اور کہاں ختم ہوگی۔ ۳۔ گھڑ سوار متعین ہوں۔ ۴۔ ان میں سے جو جیتنے والے ساتھی کو انعام دینا چاہے وہ

لے ابو داؤد، کتاب الجہاد، باب فی المحلل، یہ حدیث سند کے لحاظ سے کم زور ہے۔ امام مالک نے اسے حضرت سعید بن مسیب کے قول کی حیثیت سے نقل کیا ہے۔ (موطا امام مالک، کتاب الجہاد، باب اجازہ فی الخیل و المسابقۃ) اس کی سند صحیح ہے۔

۱۵ اس موضوع کی تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو خطابی، معال السنن، ۲/۲۵۵ - ۲۵۶، بغوی، شرح السنن، ۱۰/۳۹۵ - ۳۹۶ ابن قدامہ، المغنی، ۸/۶۵۱ - ۶۵۲، ابن حجر، المغزی، ۴/۴۳۷

متعین ہو۔ ۵۔ دونوں میں سے ہر ایک کے آگے بڑھنے کا امکان ہو ورنہ مقابلہ بے مقصد ہوگا۔
گھڑ دوڑ میں حصہ لینے والوں کو جو شخص انعام دے وہ پہلا، دوسرا تیسرا اس طرح
جتنے انعام چاہے دے سکتا ہے۔ لیکن مسابقت کو بامعنی بنانے کے لیے ان کے درمیان
فرق ہونا چاہیے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے تھے کہ شروع ہی سے بچہ کی صحت کا خیال
رکھا جائے، وہ تندرست و توانا ہو اور اس کی صحیح نشوونما ہوتی رہے۔ اس لیے کہ جو بچہ
کم زور و ناتواں ہوگا اس سے یہ توقع نہیں کی جاسکتی کہ وہ آگے چل کر گھوڑے کی باگ
سنبھالے گا اور کوئی جو حکم مول لے گا۔ اسی مقصد سے آپ نے غیل سے منع فرمایا۔
'غیل' کے معنی ہیں رضاعت کے زمانہ میں بیوی سے ہم بستری کرنا۔ ایک معنی یہ بھی بیان
کیے گئے ہیں کہ حمل کے بعد بچہ کو دودھ پلانا۔

طبی لحاظ سے حمل ٹھرنے کے بعد بچہ کو دودھ پلانا نقصان دہ سمجھا جاتا ہے۔ یہ
بات مشہور تھی کہ بچہ پر اس زمانے کے دودھ کے اتنے خراب اثرات پڑتے ہیں کہ بڑا ہونے
پر بھی ان کا ازالہ نہیں ہوتا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وہ گھوڑے پر چم کر بیٹھ نہیں پاتا۔ اس
وجہ سے آپ نے رضاعت کے دوران ہم بستری سے منع فرمایا۔ حضرت اسماء بنت
یزید بن السکن کی روایت ہے۔ فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد
فرماتے سنا ہے۔

لا تفتلوا اولادکم سترًا
فان الغیل یبددک الفاق
فید عشرک
دحل کے زمانہ میں بیوی سے تغل
قائم کر کے (اپنی اولاد کو خاموشی سے) یا
بے خبری میں مارت ڈالو۔ اس لیے کہ
(یہ غیل ہے) اور غیل کے اثرات گھڑسوار

۱۔ شوکانی، نیل الاوطار: ۴۲/۶

۲۔ ملاحظہ ہو: المغنی لابن قدام: ۴۵۶/۸-۴۵۷

۳۔ یہ تشریح مسند احمد کی ایک روایت میں موجود ہے۔ ۴۵۷/۶۔ نیز ملاحظہ ہو: خطابی، معالم السنن: ۲۲۵

۴۔ نووی، شرح مسلم: جزو ۱۰ ص ۱۶

۵۔ البوداؤد، کتاب الطب، باب فی الغیل۔ ابن ماجہ، الباب النکاح، باب الغیل۔ مسند احمد: ۴۵۳/۶

کو بچھاڑ دیتے ہیں (دوہم کہ نہیں بیٹھ پاتا)
لیکن جب آپ کے علم میں یہ بات آئی کہ غیل کا وہ نقصان نہیں ہے جو بیان کیا
جاتا ہے تو آپ نے اس کی اجازت دے دی۔ جدامہ نیت وہب کہتی ہیں کہ میں چند لوگوں
کے ساتھ خدمت میں حاضر ہوئی۔ اس وقت آپ کو ارشاد فرماتے سنا۔

لقد هممت ان انہی
عن الغيلة فنظرت في الروم
وفارس فاذا هم يغفلون
اولاد دهم فلا يضى اولادهم
ذالاق شيئا لہ

میں نے ارادہ کیا کہ رضاعت کے
زمانہ میں ہم بستر سے منع کر دوں۔ پھر
میں نے روم اور فارس کو دیکھا کہ حمل کے
بعد ان کے بچوں کو دودھ پلایا جاتا ہے
اور اس سے ان کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا

(اس لیے میں اس سے منع نہیں کر رہا ہوں)

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بچوں کی صحت کی کتنی فکر تھی۔
آپ انہیں ایسے جوانوں کی شکل میں ابھرتا ہوا دیکھنا چاہتے تھے جو میدان کارزار کے مضبوط
سپاہی بن سکیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھڑ سواری کی جس طرح ترغیب دی اور
اس کا شوق پیدا فرمایا اس کا نتیجہ یہ تھا کہ کم زوروں کے اندر بھی اس کا جذبہ ابھر آیا۔
حضرت جریر بن عبد اللہ ابجلی کہتے ہیں کہ اسلام لانے کے بعد جب کبھی میں نے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کرنی چاہی آپ نے اجازت مرحمت فرمائی۔
جوں ہی مجھے دیکھتے تسم فرمانے لگتے میں نے عرض کیا حضور! میں گھوڑے پر جم کر بیٹھ
نہیں پاتا۔ آپ نے دست مبارک میرے سینے پر مارا اور دعا فرمائی اللہم ثبتہ
واجعلہ ہادیا مہدیا (اے اللہ! انھیں گھوڑے پر جم کر بیٹھنے کی طاقت دے،
انھیں ہدایت کرنے والا اور ہدایت یافتہ بنا دے) ۱۷

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں جو شخص گھوڑے پر جم کر نہ بیٹھ پائے اہل خیر کو اس کے حق

۱۷ مسلم، کتاب النکاح، باب جواز الغيلة۔ ابن ماجہ، کتاب النکاح، باب فی الغیل۔ مسند احمد: ۴/۲۳۶

۱۸ بخاری، کتاب الجہاد، باب من لا یتب علی الخیل
۲۵۷

میں اس کی دعا کرنی چاہیے۔ حدیث سے اثارۃ گھوڑے پر سوار ہونے اور اس پر مضبوطی سے بیٹھنے کی فضیلت بھی ثابت ہوتی ہے۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ سواری کے مقابلہ میں بنفس نفیس شرکت فرمائی ہے۔

حضرت انس کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس عضبانام کی اونٹنی تھی۔ کوئی دوسرا اونٹ اس سے مقابلہ میں بازی نہیں لے جاسکتا تھا۔ ایک اعرابی اپنے اونٹ پر آیا۔ اور مقابلہ جیت گیا۔ اس سے مسلمانوں کو تکلیف پہنچی۔ آپ نے اسے محسوس فرمایا تو ارشاد ہوا۔

حق علی اللہ ان لا یرفع
اللہ تعالیٰ کا حق (قانون) ہے کہ
شیئ من الدنیا الا وضعہ
دنیا کی کوئی چیز بلند ہوتی ہے تو اسے
پست کر دیتا ہے۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے سواری کے لیے اونٹ رکھنے اور مسابقت یعنی دوڑ کے مقابلہ میں شرکت کا ثبوت ملتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
لا سبق الا فی خف
مسابقت صرف اونٹ اور گھوڑے

او حافر او نصل
کی دوڑ اور تیر اندازی میں ہوتی ہے۔

اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ان تین قسم کے مقابلوں کے علاوہ کوئی اور مقابلہ جائز نہیں ہے، اس لیے کہ اور مقابلوں کا ثبوت احادیث میں موجود ہے۔ امام زہری، امام مالک اور حنابلہ کے نزدیک اس حدیث میں انعامی مقابلوں کا ذکر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ان ہی تین قسم کے مقابلوں پر انعام دینا صحیح ہے۔ اس کی وجہ یہ بتائی گئی ہے کہ یہ مقابلے

۱۶۱/۶: فتح الباری

۲: بخاری، کتاب الجہاد، باب نافتہ النبی

۴۴/۶: فتح الباری

۲: ابوداؤد، کتاب الجہاد، باب فی السبق

عہد نبوی کی سواریاں اور مقابلے

اصلاً جہاد کی تیاری کے لیے کیے یا کرائے جاتے ہیں۔ اس میں ہی تین قسم کی سواریاں مفید ہیں۔ دوسری سواریوں سے یہ مقصد حاصل نہیں ہوتا ہے

حدیث میں 'خف'، حافر اور فضل کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں 'خف' اونٹ کے کھر کو اور حافر گھوڑے کے سم کو کہا جاتا ہے۔ بعض حضرات نے ہاتھی کو اونٹ پر قیاس کیا ہے، اس لیے کہ دونوں کے کھر ایک سے ہوتے ہیں۔ اسی نوع کی 'ثنت' کی بنیاد پر ان کے نزدیک گھوڑے کے ذیل میں گدھے اور خیر شمار ہوتے ہیں۔ اسی طرح 'نصل' تیر کے پھل کو کہا جاتا ہے۔ اس میں نیزہ، خنجر، چاقو اور تلوار وغیرہ آجاتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان چیزوں کے مقابلے اور ان پر انعام دینا دونوں ہی جائز ہیں۔ حدیث کے حکم کو اسلامی ریاست میں جہاد کی تیاری سے متعلق سمجھا جائے تو بھی یہ سب جائز اس کے لیے مفید ہو سکتے ہیں۔ ان سے سواری اور بار برداری کا کام لیا جاسکتا ہے۔ یہی معاملہ تیر اندازی کا ہے۔ تیر اندازی اور اس نوعیت کی دوسری مشقیں اس مقصد کے لیے سودمند ہیں۔ اس پہلو سے دیکھا جائے تو اس حدیث کا تعلق دور اول سے ہوگا۔ اس لیے کہ جنگی تقاضے ہر دور میں بدلتے رہتے ہیں۔ آج کی دنیا میں جنگ کے طریقے اور اس کی تیاری کا انداز سب کچھ بدل چکا ہے۔ حدیث کی روشنی میں اسلامی ریاست موجودہ تقاضوں کو سمجھے گی اور ان کے مطابق اس کی تیاری ہوگی۔

ان مقابلوں کو بالعموم اس نقطہ نظر سے دیکھا گیا ہے کہ ان کا تعلق جہاد کی تیاری سے ہے اس وجہ سے یہ بحث پیدا ہوئی ہے کہ ان میں سے کون سے مقابلے جہاد کے لیے مفید ہیں اور کون سے مفید نہیں ہیں اور جو مفید نہیں ہیں ان پر انعام دیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ پھر یہ کہ ان کا تعلق جہاد سے ہے تو کہا جاسکتا ہے کہ انھیں حکومت کی سربراہی میں ہونا چاہیے۔ اس لیے کہ جہاد کی تیاری، اس کی ترغیب اور اس پر انعام یہ سب حکومت کے دائرہ کار سے تعلق رکھتے ہیں۔ ایک رائے یہ بھی ہوگی کہ یہ سب کام انفرادی سطح پر اور آزادانہ بھی ہو سکتے ہیں دونوں صورتوں میں اس کا مطلب یہی ہوگا کہ

۱۔ ابن قدامہ: المغنی: ۸/۴۵۲-۴۵۳

۲۔ معالم السنن: ۲/۲۵۵۔ شرح السنن: ۱۰/۳۹۲۔ المغنی: ۸/۴۵۳

۲۵۹

جو مقابلے جہاد کے لیے کارآمد نہ ہوں، ان کی ہمت افزائی نہیں ہونی چاہیے۔
حقیقت یہ ہے کہ اس قسم کے مقابلے پہلے سے رائج تھے۔ یہ فوجی نوعیت کے
بھی تھے اور غیر فوجی نوعیت کے بھی۔ اسلام نے ان کی خامیاں اور خرابیاں دور کیں۔
جو مقابلے فوجی نوعیت کے تھے انھیں جہاد کا پاکیزہ نصب العین عطا کیا۔ جہاد ایک
آزاد اسلامی مملکت میں، مخصوص شرائط کے ساتھ، خالص دینی مقاصد اور اللہ تعالیٰ کی رضا
جوئی کے لیے ہوتا ہے۔ ان مقابلوں کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ آدمی کی صحت و تندرستی
برقرار رہے بلکہ اس کی قوت اور توانائی میں اضافہ ہوتا رہے۔ یہ چیز اسلام کو مطلوب ہے،
اس لیے کہ صحت مند اور توانا انسان ہی نہیں کہ اپنے دنیوی مفادات کے لیے زیادہ گن
دو کر سکتا ہے، بلکہ اس سے دین کی بہتر خدمت کی بھی توقع کی جاسکتی ہے۔ اسی وجہ سے
ایسے مقابلوں یا ورزش کا بھی ثبوت ملتا ہے جن کی جہاد کے نقطہ نظر سے تو شاید زیادہ
اہمیت نہیں ہے لیکن صحت کے نقطہ نظر سے ان کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔
ذیل میں اسی کی مثالیں پیش کی جائیں گی۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ
تھی۔ ہم دونوں نے دوڑ لگائی میں آگے نکل گئی۔ کچھ عرصہ بعد جب میں ہلکی پھلکی نہیں رہی اور
بدن فریہ ہو گیا تو دوبارہ دوڑ کا مقابلہ ہوا۔ اس میں آپ بازی جیت گئے۔ فرمایا یہ پہلے مقابلہ
کا بدلہ ہے۔
علامہ شوکانی کہتے ہیں۔

یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ دوڑ میں مقابلہ کی شرعاً اجازت ہے۔ یہ عورتوں
اور مردوں کے درمیان بھی ہو سکتا ہے اگر وہ محرم ہوں۔ اس طرح کا مقابلہ وقار، شرافت
اور علم و فضل کے منافی نہیں ہے۔ مردوں کے فرق کے ساتھ بھی یہ ہو سکتا ہے، اس لیے
کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جب حضرت عائشہؓ سے شادی ہوئی تھی۔ سن مبارک پچاس
سے متجاوز ہو چکا تھا

۱۔ ابو داؤد، کتاب الجہاد، باب فی السبق علی الرجل، مسند احمد ۶: ۲۶۴

۲۔ نیل الاوطار: ۸/۲۵۶

عہد نبوی کی سواریاں اور قافلے

حضرت سلم بن اکوعؓ غزوہ ذی قرد سے واپسی کا ذکر کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنی اونٹنی پر بٹھالیا۔ جب ہم مدینہ کے قریب پہنچے تو انصار کے ایک شخص نے، جس کا پیدل دوڑنے میں کوئی مقابلہ نہیں کر پاتا تھا بار بار مقابلہ کی دعوت دی اور کہا ہے کوئی جو مدینہ تک دوڑ کا مقابلہ کرے؟ میں نے کہا تم کسی بزرگ کا خیال کر رہے ہو اور نہ کسی شریف کا ڈر اور خوف بہتیں ہے۔ اس نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا میں ہر ایک کو چیلنج کر رہا ہوں۔ میں نے آپ سے عرض کیا۔ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ اجازت ہو تو میں اس کا مقابلہ کروں؟ آپ نے فرمایا جی چاہا تو مقابلہ کر سکتے ہو۔ چنانچہ حضرت سلم بن اکوعؓ نے مقابلہ کیا اور بازی لے گئے۔ امام نووی فرماتے ہیں۔

اس حدیث میں پیدل افراد کے درمیان مقابلہ کا جواز موجود ہے۔ اگر اس پر کوئی انعام نہ رکھا جائے تو اس کے جواز میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ انعام رکھنے کی صورت میں اختلاف ہے۔ ثواف کا صحیح قول یہ ہے کہ اس کے لیے انعام صحیح نہیں ہے۔ محمد بن رکانہ بیان کرتے ہیں کہ ان کے والد رکانہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کشتی کا مقابلہ کیا۔ آپ نے انھیں شکست دے دی۔

اس روایت کو امام ترمذی نے ضعیف قرار دیا ہے۔ لیکن بعض دوسری روایات سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ ابوداؤد کی مراسیل میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بطحاً میں تھے کہ یزید بن رکانہ بزرگ کا بن بزرگ آپ کے پاس آیا۔ اس کے ساتھ بکریاں بھی تھیں۔ اس نے کہا، کیا آپ مجھ سے کشتی لڑ سکتے ہیں؟ آپ نے پوچھا اگر میں جیت جاؤں تو کیا انعام دوں گے؟ اس نے کہا ایک بکری۔ آپ نے کشتی لڑی اور اسے پچھاڑ دیا۔ اس نے ایک بکری دے دی۔ اس کے بعد دوبارہ مقابلہ کی دعوت دی۔ دوبارہ آپ نے اسے شکست

۱۔ مسلم کتاب الجہاد، باب غزوہ ذی قرد وغیرہ، ۵۲/۴، منہاجہ، ۵۳۔

۲۔ شرح مسلم: جز ۱۲/۱۸۳

۳۔ ابوداؤد، کتاب اللباس، باب فی العمام۔ ترمذی، الواب اللباس۔

۴۔ قال الترمذی ہذا حدیث غریب و استادہ یس بالفاظہم ولا تعرف بالحسن العسقلانی ولا ابن رکانہ۔ ۲۴۱

دے دی۔ اس طرح کئی مرتبہ مقابلہ ہوا اور ہر مرتبہ آپ ہی کامیاب رہے۔ اس نے کہا آج تک کسی نے مجھے شکست نہیں دی یہ آپ نہیں بلکہ کوئی اور ہی طاقت ہے جو مجھے شکست دے رہی ہے۔ پھر وہ اسلام لے آئے۔ آپ نے ان کی کیریاں انھیں لوٹا دیں۔ حضرت ابورافعؓ کی روایت ہے کہ وہ، حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ پتھر لڑھکانے کا کھیل کھیلتے تھے۔ اس کی صورت یہ تھی کہ زمین میں ایک گڑھا کھود دیا جاتا اور پھر کچھ فاصلہ سے پتھر لڑھکانے جاتے جس کا پتھر پہلے اس میں گر جاتا وہ کامیاب سمجھا جاتا ہے۔ حضرت سعید بن مسیبؓ سے اس مقابلہ کے بارے میں سوال کیا گیا تو انھوں نے جواب دیا کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

تیراکی ایک بہترین ورزش ہے۔ آج اس کے زیر دست مقابلے ہوتے ہیں۔ اس کے سیکھنے سکھانے کی ترغیب حدیث میں موجود ہے۔ انسائی نے صحیح سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

کل شیئ لیس من ذکر	ہر وہ چیز جس میں اللہ کا ذکر نہ ہو
اللہ فہو لہو ولعب الا ان	لہو ولعب ہے، سوائے چار چیزوں کے۔
یکون اربعة ملاعبہ	آدمی کا اپنی بیوی سے ہنسی مذاق کرنا، اس
الرجل امرأته وتنادیب	کا اپنے گھوڑے کو سدھانا، تیر اندازی
الرجل فرسه ومشی الرجل	کے (شروع اور آخر کے) نشانات متعین
بین الغضین وتعلیم الرجل	کر کے ان کے درمیان چلنا اور تیراکی کی
البلامة	تعلیم دینا۔

حضرت عمرؓ نے حضرت ابوعبیدہ بن جراح کو، جو شام کے گورنر تھے، لکھا۔

سے حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں حضرت سعید بن جبیرؓ تک اس کی سند صحیح ہے البتہ سعید بن جبیرؓ کی رکانہ سے ملنا کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نیش سے پہلے کا واقعہ ہے ملاحظہ فرمائیے لا طار: ۲۵۹/۸۔

سے حوالہ سابق

۳۹۴/۱۰ سے شرح السنۃ

سے مناوی: فیض القدر: ۵۲/۲۳

عبدالغنی کی سواریاں اور مقابلے

علموا علما نكم العوم و
اپنے بچوں کو تیراکی کی تعلیم دو اور جو
مقاتلتكم العومی۔
لڑنے کے قابل ہیں انھیں تیراندازی سکھاؤ۔

روایت میں آتا ہے کہ وہ لوگ نشانات متعین کر کے تیراندازی کے سلسلہ میں
دوڑ لگاتے تھے۔

یہاں جن مقابلوں کا ذکر ہے ان کے لیے پہلے سے مشق اور تیاری بہت ضروری
ہے۔ اس کے بغیر ان میں شرکت کی ہمت نہیں کی جاسکتی۔ اگر کوئی ہمت بھی کرے
تو کامیابی کی توقع نہیں کی جاسکتی۔

دنیا میں بہت سی تفریحات کا رواج رہا ہے۔ ان میں ترقی ہی ہوتی رہی ہے۔ آج
کا جدید ذہن ان کی نئی نئی شکلیں نکالنے میں مصروف ہے۔ ان کے مقابلے بھی ہوتے
رہتے ہیں۔ اسلام نے ان سب کی کھلی اجازت نہیں دی ہے۔ بہت سے مقابلوں
میں جوئے کا عنصر لازمًا شامل رہتا ہے اور جوئے کو قرآن مجید نے شیطانی اعمال میں شمار
کیا ہے اور اسے حرام قرار دیا ہے (المائدہ: ۹۰) احادیث میں کبوتر بازی اور اس
نوعیت کی چیزوں کی ممانعت ہے۔ خطابی کہتے ہیں:-

پروندوں کا مقابلہ کرنا، کبوتر سے کھیلنا یہ اور اس نوعیت کی چیزیں جو جنگ کی تیاری
میں شامل نہیں ہیں اور نہ جہاد کے سلسلہ میں ان سے تقویت حاصل ہوتی ہے۔ ان پر انعام
حاصل کرنا جواز ہے، جو ممنوع اور ناجائز ہے۔

اسی طرح شطرنج، چومر اور بچھسی جیسے کھیلوں پر اس نے پابندی لگائی ہے۔
گندی موسیقی، شہوت انگیز نغموں اور عریاں ناچ کا اس کے ہاں کوئی جواز نہیں ہے۔
اسلام کی ہدایات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے ان تفریحات
پر پابندی عائد کی ہے، جو:-

۱۔ مسند احمد مرویات عمر ۲۹۶/۱ حدیث نمبر ۳۲۳

۲۔ معالم السنن ۲/۲۵۵۔ یہی بات بغوی نے بھی کہی ہے۔ شرح السنۃ ۱۰/۱۰۴

۳۔ ان مسائل پر اسلام کے نقطہ نظر کو سمجھنے اور بعض امور میں جس حد تک گنجائش نکلتی ہے اس کی تفصیل

کے لیے ملاحظہ ہو شوکانی کی نیل الاوطار ۸/۲۵۴-۲۵۱
۲۴۳

- ۱۔ انسان کو اعلیٰ مقاصد سے پھر کر ادنیٰ مقاصد کی طرف لے جاتی ہیں۔
- ۲۔ انسان کی جسمانی اور دماغی قوتوں کو نقصان پہنچاتی اور اس کی صحت پر برا اثر ڈالتی ہیں۔ جن کی وجہ سے وہ محنت و مشقت اور جفاکشی کے قابل نہیں رہتا اور کمزوری سستی اور کاہلی کا شکار ہو جاتا ہے۔
- ۳۔ انسان کی توجہ خاندان اور معاشرہ کے پیچیدہ مسائل سے ہٹا دیتی اور اسے اپنی ذمہ داریوں سے غافل کر دیتی ہیں۔
- ۴۔ مال و دولت کے ضیاع کا سبب بنتی ہیں۔
- جن تفویحات میں فرد اور سماج کے اتنے نقصانات پوشیدہ ہوں، کسی قیمت پر ان کی تائید نہیں کی جاسکتی اور اسلام نے نہیں کی ہے۔

سیرت و سوانح پر کتابیں

- ۱۔ سیرت النبی ابن ہشام مکمل ۲ جلدیں ۱۹۰/-
 - ۲۔ سیرت النبی شبلی و سلیمان ندوی ۶ جلدیں ۳۰۱/-
 - ۳۔ رحمتہ للعالمین سلیمان منصور پوری ۱۱۰/-
 - ۴۔ سیرت سرور عالم مولانا مودودی ۲ جلدیں ۱۷۰/-
 - ۵۔ الخصائص الکبریٰ مکمل ۲ جلدیں ۱۷۵/-
 - ۶۔ الریحق المختوم صفی الرحمن ۱۰۰/-
 - ۷۔ امام ابو حنیفہ محمد ابو زہرہ ۶۵/-
 - ۸۔ حضرت ابوبکر صدیق عبدالصبور طارق ۳۰/-
 - ۹۔ حیات ابوبکر علی طنطاوی ۴۰/-
 - ۱۰۔ تذکرہ صحابیات طالب ہاشمی ۷۰/-
 - ۱۱۔ خیر البشر کے ۴۰ جہاں نثار " ۳۲/-
 - ۱۲۔ آسمان ہدایت کے ستر ستارے " ۷۰/-
- ملنے کا پتا: مکتبہ تحقیق بیان والی کوٹلی - دودھ پور - علی گڑھ ۲۰۲۰۱